مرزائیوں

کے باطل نظریات

(تنقیدی جائزہ)

محمد ہمایوں عباس شمس

ناشر: شعبہ تصنیف و تالیف
بزمِ اقبال جامعہ رضویہ ریاض العلوم فیصل آباد

مرزائیوں

کے باطل نظریات

(تنقیدی جائزہ)

محمد ھمایوں عباس شمس

ناشر: شعبہ تصنیف و تالیف
بزمِ اقبالؒ جامعہ رضا العلوم فیصل آباد

مرزائیوں

کے باطل نظریات

(تنقیدی جائزہ)

محمد ھمایوں عباس شمس

ناشر: شعبہ تصنیف وتالیف

بزمِ اقبالؒ جامعہ رباض العلوم فیصل آباد

نام کتاب ________ مرزائیوں کے باطل نظریات
(تنقیدی جائزہ)
نام مصنف ________ محمد ہمایوں عباس شمس
ناشر ________ بزمِ اقبال فیصل آباد
قیمت ________
اشاعت ________ ربیع الاوّل ۱۴۱۸ھ / جولائی ۱۹۹۷ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد از تو می خواہم خدا را

خدایا از تو حبّ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

● عارف باللہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمہ اللہ

دَامَتْ لَدَیْنَا فَفَاقَتْ کُلَّ مُعْجِزَۃٍ

مِنَ النَّبِیّٖنَ اِذْ جَآءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

● عارف باللہ حضرت علامہ بوصیری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلّی اللہ علیٰ حبیبہٖ سیّدنا محمّدٍ وّآلہٖ وسلّم

انتساب

حضور سیّدی و مرشدی
مفکرِ اسلام علاّمہ محمّد کریم سلطانی مدظلہ العالی
کے نام

جن کی زیست کے لمحات
نونہالانِ ملت کی علمی، فکری
اور روحانی تربیت کیلئے وقف ہیں۔

محمّد ہمایوں عباس شمسؔ

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
(صلی اللہ علیہ حبیبہ سیدنا محمد وآلہ وسلم)

اسلام نے حصول علم کو حصول متاع پر ترجیح ہی نہیں بلکہ قیادت و سیادت اور سعادت کا معیار بھی اسے ہی قرار دیا ہے۔ بلاشبہ اگر کوئی قوم اپنے تعلیمی نصاب و نظام میں خود کفیل ہے تو وہ کسی بھی شعبۂ حیات میں کسی کی محتاج نہیں۔ ہماری علمی میراث سے یورپ روشن ہوا ہم اس علم سے غافل ہیں اس علمی میراث کی تقسیم کے لیے فیصل آباد میں مفکر اسلام علامہ محمد کریم سلطانی ابن فقیہہ عصر مفتی محمد امین صاحب مدظلہ العالی نے جامعہ ریاض العلوم قائم کیا ہے۔ آپکی زندگی کا مقصد اہل ایمان کے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع فروزاں کرنا ہے۔ یہاں کا نصاب دینی ودنیوی علوم کا حسین امتزاج ہے۔

جامعہ کے طلباء میں ہم نصابی سرگرمیوں کے لئے بزم اقبال قائم کی گئی ہے۔ طلباء میں ادبی ذوق بیدار کرنے کے لئے یہ تنظیم اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

استاد محترم جناب محمد ہمایوں عباس شمس صاحب (لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ ریاض العلوم) کئی کتابوں کے مصنف ہیں یہ کتابیں آپکے علمی مقالات کے علاوہ ہے جو وقتاً فوقتاً مختلف رسالوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کے بلند علمی ذوق اور اعلیٰ صلاحیتوں کے پیش نظر حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ کی تفسیری خدمات کے موضوع پر حضور مفکر اسلام دامت برکاتھم العالیہ نے پی ایچ ڈی کا حکم صادر فرمایا ہے۔

زیر نظر کتابچہ قادیانیوں کے مختلف باطل نظریات کے رد میں علمی و تحقیقی انداز پر ترتیب دیا گیا ہے۔ جسے بزم اقبال شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر رہی ہے۔ بزم اقبال کے عہدیدران (محمد علی نعیمی، حافظ محمد یونس جاوید، حافظ قربان حسین، حافظ محمد رفیق، محمد عبدالغنی صابری، حسنین عامر اور بالخصوص طارق محمود چن شکریہ کے مستحق ہیں جن کی پُر خلوص کاوشوں سے یہ تحقیقی کام منصّہ شہود پر آرہا ہے۔

محمد زاہد فاروقی

ناظم نشرواشاعت بزم اقبال

جامعہ ریاض العلوم فیصل آباد

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین

از: شارح سلام رضا، محقق عصر، مفتی محمد خان قادری

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی ظلی و بروزی نبی آ ہی نہیں سکتا۔ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے اور یہ کہے اور مانے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی آمد ممکن ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسی عقیدہ کا ان دو ٹوک الفاظ میں اعلان فرما دیا ہے۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم

ترجمہ :۔ محمد تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ اور اللہ ہر شی کا جاننے والا ہے۔

حضور ﷺ نے بھی متعدد ارشادات عالیہ میں اس بات کی نشاندہی فرما دی ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو عمارتِ نبوت کا آخری اینٹ قرار دے دیا۔ بخاری و مسلم میں آپ ﷺ سے یہ کلمات منقول ہیں

فانا البنة وانا خاتم النبیین

میں عمارتِ نبوت کی وہی پہلی و آخری اینٹ ہوں اور میں تمام انبیاء کا خاتم ہوں۔

کتاب و سنت کی انہی تصریحات اور واضح ارشادات کے پیش نظر آج تک امت مسلمہ کا بالاتفاق یہی عقیدہ رہا۔ کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد ممکن ہی نہیں۔ بلکہ آئمہ امت نے یہ فتویٰ جاری فرمایا۔ اب اگر کوئی نبوت کا اعلان و دعویٰ کرتا ہے تو اس سے اس کے دعویٰ پر دلیل طلب کرنا بھی کفر ہے۔ امام ابن حجر مکی نے خیرات الحسان میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کا فتوی ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے۔

من طلب منہ علامة کفر لانہ بطلبہ ذالک لکذب لقول النبیؐ لانبی بعدی

جو شخص مدعی نبوت سے نشانی و علامت طلب کرے گا۔ وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کی قطعی مخالفت کر دی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

ساڑھے بارہ سو سال مسلمان غالب اور کفار مغلوب رہے۔ کفار نے ان کے خلاف ہر طرح کی جنگ لڑی۔ مگر ناکام رہے۔ آخر انہوں نے ایک حربہ و

منصوبہ سوچا۔ جس سے امت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی۔ اور وہ منصوبہ یہ تھا۔ کہ امت مسلمہ کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت پر تشکیک پیدا کر دی جائے۔ جیسے جیسے ان کے ذہن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام کم ہوتا جائے گا۔ ویسے یہ اسلام کی تعلیمات سے دور ہو جائیں گے۔ نباض عصر علامہ اقبال مرحوم نے اس سازش کو محسوس کیا اور کہا۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

(کلیات اقبال ۶۰۸)

امت مسلمہ کے دلوں سے روح محمد نکالنے کے لئے کچھ افراد عرب کی سرزمین سے اور کچھ برصغیر میں منتخب کیے۔ اور ان کی بھرپور سرپرستی کی۔ اور کی جا رہی ہے۔ برصغیر میں وہ فتنہ مرزا قادیانی کے روپ میں وقوع پذیر ہوا اگرچہ ان کی ایسی کوششیں سیدنا ابو بکرؓ کے دور سے شروع ہیں مگر فرق یہ ہے کہ جب بھی یہ فتنہ کھڑا کیا گیا۔ اسلامی حکومتوں نے اس کی سرکوبی کر کے اسے ختم کر دیا۔ مگر ہمارے دور میں اس فتنہ کی اس طرح سرکوبی نہ ہو سکی۔ حکومتوں نے اگرچہ توجہ نہیں دی۔ مگر اسلام کے خدام علماء و مشائخ نے حسب استطاعت اسکے خلاف مثالی جنگ لڑی۔ اس فرقہ کے لوگ جس علاقہ میں موجود ہیں۔ اور آئے دن کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ کر عوام کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔ ضرورت

اس بات کی ہے۔ کہ اس سے غفلت نہ برتی جائے۔ بلکہ یہاں بھی کوئی ایسی بات سامنے آئے۔ اہل علم اسکے ازالہ کی کوشش کریں۔ اسی طرح ایک اچھی کوشش ہمارے عزیز فاصل علامہ محمد ہمایوں عباس شمس نے کی ہے۔

لفظ خاتم کی لغوی و شرعی تحقیق، حیات عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ اور نبی کی ضرورت کیوں؟ پر گفتگو اور علمی مواد جمع کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس فرقہ کی طرف سے اٹھائے گئے۔ مختلف اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ ہمارا فریضہ ہے ہم ایسی چیزیں پڑھیں اور انہیں پھیلائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ وہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ میں ہمیشہ انہیں علمی و بنیادی کام کرنے کی توفیق دیتا رہے۔

دعا گو

مفتی محمد خاں قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

لفظ "خاتم"

(قرآن، لغت، فتنہ پردازان قادیان کی روشنی میں)

مولوی نورالدین مرزائی نے حکام الہی سمجھنے کے لئے جو اصول بیان کئے ان میں پانچواں اصول یہ ہے۔

"قرآن کریم کے معانی خود قرآن مجید اور فرقان حمید میں دیکھے جاویں"

نانواں اصول یہ ہے۔ لغت عرب و محاورات ثابتہ عن العرب کے خلاف نہ ہو" (حقائق الفرقان ۲/۱)

آیئے ان اصولوں کی روشنی میں لفظ "خاتم" کے مفہوم کا تعین کریں۔

ختم الله علی قلوبهم وعلی سمعهم وعلی ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظیم -(البقرة)

ختم کے معنی عربی زبان میں موم یا مٹی یا کسی اسی طرح کی چیز پر ٹھپہ لگانے کے ہیں۔ یہیں سے یہ لفظ خط پر مہر لگانے اور کسی چیز پر مہر لگانے اور

کسی چیز کے منہ کو اس طرح بند کردینے کے لئے استعمال ہونے لگا جس کے بعد نہ اس میں کوئی چیز داخل ہو سکے اور نہ کوئی چیز اس سے نکل سکے۔ (تدبر قرآن ازامین احسن اصلاحی ۱/۱۱۰)

گناہ کے اثرات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "تب اسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور وہ صحیح طور پر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جایا کرتا ہے۔ (تدبر قرآن ازامین احسن اصلاحی ۱/۱۱۲)

چنانچہ زیر بحث آیت کے آخر میں یہ جو فرمایا ہے کہ ولھم عذاب عظیم وہ درحقیقت اسی ختم قلوب کے اس قدرتی نتیجہ کا بیان ہے جو آخرت میں ظاہر ہو گا۔ (تدبر قرآن ازامین احسن اصلاحی ۱/۱۱۳)

یسقون من رحیق مختوم۔ ختمہ مسک وفی زلک فلیتنافس المتنافسون۔ (المطففین ۲۶:۲۵)

محمود آلوسی لکھتے ہیں

"ان الختام مایختم بہ وان الختم علی حقیقہ" (روح المعانی ۳۰/۷۵)

مرزا بشیر الدین نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے "جیسے انگریزی دوائیوں کی جو شیشیاں آتی ہیں انکے موہنوں پر لاک لگا کر اوپر کارخانہ کی مہر لگی ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ رحیق مختوم ہو گی یعنی اسکا منہ بند ہو گا اور اس پر مہر لگی ہو گی"

(تفسیر ۸/۳۱۷)

اليوم نختم على افواههم وتكلمنا ايديم و تشهد ارجلهم بما كانوا يكسبون- (يسين ٦٥)

طبرسی میں ہے:

"هذا حقيقة الختم فتوضع على افواه الكفار يوم القيامة فلا يقدرون على الكلام والنطق" (مجمع البيان طبرسی ۴/۴۳۰)

اسی طرح درج ذیل آیات بھی ملاحظہ فرمائیں:

قل ارئيتم ان اخذ الله سمعكم وابصاركم و ختم على قلوبكم من الہ غير الله ياتيكم بہ! انظر كيف نصرف الايت ثم هم يصدفون- (الانعام ۴۶)

افرءيت من اتخذالهه هوٰه واضله الله على علم و ختم على سمعہ و قلبہ و جعل على بصره غشوة- فمن يهديہ من بعد الله افلاتذكرون- (الجاثية ۲۳)

ام يقولون افترى على الله كذبا فان يشاالله يختم على قلبك - و يمح الله الباطل ويحق الحق بكلمتہ انہ عليم بذاب الصدور- (الشورى ۲۴)

درج بالا آیات کی توضیح سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ ختم بند کر دینے اور کسی چیز پر مہر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔اب اس مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل آیت کی تفسیر خود بخود سمجھ آجاتی ہے۔

ماكان محمد آبا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيين وكان الله بكل شئى عليما - (الاحزاب ۴۰)

لفظ خاتم لغت کی روشنی میں:۔

جعفر سبحانی لکھتے ہیں "عربی زبان کے اہل لغت کے اس نظریہ پر متفق ہونے سے استفادہ ہوتا ہے کہ مادہ "خ ات م" ایک سے زیادہ معنی نہیں رکھتا اور وہ بھی ہیں "آخر تک پہنچنا" اسی طرح "خاتم "تا" کی زیر کے ساتھ ختم کرنے والے اور آخر یا آخری کے معنی رکھتا ہے۔ اگر اس کی "ت" پر زبر تسلیم کیا جائے تو یہ فعل ماضی ہوگا جس کے معنی ہوں گے اس نے ختم کردیا اور آخر تک پہنچادیا۔ یا یہ لفظ اس صورت میں اسم ہے جس کے معنی ہیں آخری یا اس کے معنی مہر یا انگشتری ہیں جس سے خط کو ختم مہر لگاتے ہیں تاکہ خط کے ختم ہونے کی علامت قرار پائے۔ یہ سب معانی اس بنیاد کی طرف پلٹتے ہیں اور اس کے ہر جگہ استعمال میں آخر تک پہنچنا مراد ہوتا ہے۔ نیز یہ جو بعض لغت میں آیا ہے کہ ختم کے معنی انگشتری کے ہیں تو یہ بات اس لفظ کے لغوی اور بنیادی معنی کے ساتھ مکمل مناسبت رکھتی ہے۔ اس کے کوئی الگ معنی نہیں ہیں کہ کوئی اس طرح سمجھنے لگے کہ اس لفظ کے معنی ہیں ایک انگشتری

جیسا کہ ہم نے سطور بالا میں کہا ہے ازمنہ سابقہ میں یہی مروج تھی انگشتری سے، جس پر اس کے مالک کا نام کندہ ہوتا تھا خطوط، تحریروں اور سندات پر مہر لگایا کرتے تھے حقیقت یہی ہے کہ ان کی انگشتری ان کی مہر ہوتی تھی جس طرح حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماب بھی ایک انگشتری رکھتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر تھی اور اپنے خطوط پر اسی سے مہر لگایا کرتے تھے۔

قاموس اللغتہ میں آیا ہے:

"الخاتم مایوضع علی الطینة و حلی الاصبع"
(ختم وہ چیز ہے جسے مخصوص مٹی اور انگلی کے زیور پر لگایا جاتا ہے)۔ لیکن صاحب قاموس کی مراد یہ ہے کہ ختم انگشتری کے معنی میں بھی آتا ہے اور حلی الاصبع کا جملہ انگوٹھی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ وہ یہ نہیں کہنا چاہتا کہ خاتم زنیت کے معنی میں آیا ہے بعض بہائی مبلغین نے کہا ہے کہ خاتم لغت میں زینت کے معنی میں آیا ہے اور انہوں نے اس معنی میں صاحب قاموس سے استدلال کیا ہے یہ بات ان کی لاعلمی اور مغالطہ کی دلیل ہے کیونکہ کوئی شخص بروئے انصاف اس عبادت سے استناد کر کے یہ نہیں کہہ سکتا کہ صاحب قاموس نے خاتم کے معنی زینت بتلائے ہیں۔
(قرآن کا دائمی منشور ٦ /٢٦٥-٢٦٤)

لفظ خاتم اور فتنہ پردازان قادیان:۔

خاتم کی وضاحت کے لیے مرزا بشیر احمد کی توضیحات ملاحظہ فرمائیں۔

''کسی تحریر پر مہر لگادی تاکہ جعلی ہونے کا امکان نہ رہے۔''

''اور کبھی کبھی کسی امر سے رکنے کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے''

''لفظ ختم اور طبع لغت میں دونوں ہم معنی ہیں اور انکے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز پر پردہ ڈال دینا اور اس کے اوپر دوسری اشیاء کے درمیان روک بنا دینا اس طور

وابستگان تحریک قادیان:-

پر کہ کوئی چیز اس تک نہ پہنچ جائے۔"

(تفسیر کبیر جلد اول، ۱۵۲، ۱۵۳)

ختم الشیء فتحا

کے معنی ہوتے ہیں بلغ آخرہ کسی چیز کو ختم کر دیا اور اسکے آخر تک پہنچ گیا۔ ختم الکتب کے معنی ہوتے ہیں، قراہ کلہ واتمہ، اس نے تمام کتاب پڑھ لی اور اسے تکمیل تک پہنچا دیا، ختم العمل، کے معنی ہوتے ہیں، فرغ منہ، اس سے فارغ ہو گیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس طرح وضاحت کی ہے۔

اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرائیل لائیں اور پھر چپ ہو جائیں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ جب خاتمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہو گئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدائے تعالی صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے اب جبرائیل بعد وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ کیلئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا

(تفسیر بیان فرمودہ مرزا غلام احمد قادیانی، ۷/۵۱)

مرزا کی درج ذیل عبارات میں لفظ "خاتم" کی کیا توجیہ کر سکتے ہی بجز اسکے جو جمہور لفظ خاتم کا معنی و مفہوم سمجھتے ہیں۔

"اور خاتم الخلفاء جسکو دوسرے لفظوں میں مسیح موعود کہنا چاہیے اسی طور سے پیدا ہونا ضروری تھا کہ وہ توام کی طرح تولد پاوے اس طرح سے کہ پہلے اس سے لڑکی نکلے اور بعد اسکے لڑکا خارج ہوتا کہ وہ خاتم الولد ہو"

(روحانی خزائن ۱۵/۴۸۲، ۱۵/۴۸۵)

"میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جسکا نام جنت تھا۔ اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اسکے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کیلئے خاتم الاولاد تھا"۔

(روحانی خزائن ۱۵/۴۷۹)

"خدا تعالٰی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کو بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا اور انکو بنی اسرائیل کا خاتم الانبیا بنایا"۔

مرزا صاحب کی یہ تحریریں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ خاتم الانبیاء کا مفہوم یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

گویا انسانیت کی رشد و ہدایت کیلئے تشریعی و غیر تشریعی نبوت کا باب بند کر کے یہ بتا دیا کہ انسانیت کو اب کسی جدید نبی کی احتیاج نہیں۔

حیات مسیح علیہ السلام

آج تک امت مسلمہ کا یہی عقیدہ رہا کہ حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام کو رب قدوس نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا اور قرب قیامت آپ زمین پر تشریف لائیں گے اور پھر طبعی عمر پوری کر کے وصال فرمائیں گے۔ بیسویں صدی میں جہاں کئی گمراہ فرقوں نے جنم لیا وہیں ایک نیا مذہب بھی رونما ہوا جنہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد ہی وفات مسیح کے عقیدہ کو بنایا۔ وفات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ مرزائیت کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ چونکہ یہ انکے ایمان کی بنیاد ہے اس لیے انکی موت و حیات بھی اس عقیدہ سے وابستہ ہے۔ مرزا طاہر احمد کا یہ بیان اس عقیدے کی اہمیت کے لیے کافی ہے۔

"ہاں جسے خدا نے مار دیا ہے اسکو زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو تو اس بات میں بھی ناکام رہے اور اس بات میں بھی ناکام رہو گے اور کبھی عیسی کو زندہ نہیں کر سکو گے۔ اگر جماعت کو مارنا ہے تو دس یا سو یا ہزار آدمیوں کے مرنے سے جماعت نہیں مرے گی ایک آدمی کو زندہ کر کے دکھا دو اس کے زندہ ہو جانے سے ساری جماعت خود بخود مر جاتی ہے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔"

(زھق الباطل، خطبات مرزا طاہر احمد ۴۱۸)

مرزا صاحب کے بقول یہ عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

----- وظهر على باالنصوص البينة القرآنية والحديثية ان المسيح بن مريم عليه السلام قد توفى ولحق باخوانه من النبين وكنت اعلم ان وفاة المسيح حق ثابت باالنصوص البنية القطعية القرآنية و الحديثية و اعلم ان الهامى لاغبار عليه ولا تلبيس ولا تخليط۔

(روحانی خزائن - ۵/۵۵۴)

مرزا کی آخری تقریر بھی وفات مسیح کے موضوع پر تھی۔

(حیات طیبہ از شیخ عبد القادر ۳۵۴)

انی متوفیک ورافعک الی :۔

قرآن مقدس نے حضرت عیسی کے رفع جسمانی کے متعلق اس آیت میں واضح بیان کیا ہے۔

اذ قال الله يعيسىٰ انى متوفيك ورافعك (۵۴۔ آل عمران)

لفظ "متوفیک" کے تمام مفاہیم کو اسلاف کے اقوال کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں اور حقیقت حال تک پہنچیں۔ اور مرزائیوں کے دجل کو آشکارا کریں۔

ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔

الاستيفاء والقبض، وذلك ثلاثة انواع:

احدها: توفی النوم، و الثانی: توفی الموت، و الثالث: توفی الروح والبدن جميعا، فانه بذلك خرج عن حال اهل الارض الذين يحتاجون الى الاكل والشرب واللباس، ويخرج منهم الغائط والبول، والمسيح عليه السلام توفاه الله وهو فى السماء الثانية الى ان ينزل الى الارض، ليست حاله كحالة اهل الارض و الشرب واللباس والنوم، والغائط والبول و نحو ذلک۔

(الجواب الصحيح لمن بدل دين المسيح ۲/۲۹۵)

ترجمہ :۔

لغت عرب میں توفی کا معنی پورا وصول کرنا ہے۔ اسکی تین قسمیں ہیں۔

(۱) نیند (۲) موت (۳) روح مع الجسد کا قبض کرنا

اس وجہ سے انسان ان چیزوں سے نکل جاتا ہے جن چیزوں کے اہل زمین محتاج ہوتے ہیں۔ جیسے اکل وشرب، لباس، حوائج ضروریہ۔ حضرت مسیح کو اللہ کا اپنی طرف اٹھانا یہ ہے کہ وہ زمین پر نزول تک دوسرے آسمان میں ہیں آسمان میں انکی کھانے پینے، لباس، نیند اور حاجات ضروریہ اور اسکی مثل چیزوں میں اہل زمین کی طرح نہیں۔

سید امداد حسین کاظمی لکھتے ہیں:۔

لغت میں واضح ہے کہ توفی کا مادہ وفا ہے اور ہر ایک لغت میں موجود ہے اور

وفا عذر کی ضد ہے عذر کے معنی بد عہدی - خلافت وعدگی - حق اخوت کو ادا نہ کرنا، وفا کے معنی، حق اخوت کو پورا کرنا، عہد وعدہ کو وفا کرنا ہے- اسی سے لفظ وفات ہے جس کے معنی اجل کا پورا ہونا ہے- قاموس میں ہے

وفی بالعهد کوغیٰ وفاء وضدهٔ عذر کا وفی واوفی فلانا فلانا حقه اعطاه وافیا کو فاه فاستوفاه -

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وفی اور اوفی کے معنی ایک ہی ہیں یعنی پورا کر دینا، اور درجہ تمام کو پہنچانا- اسی طرح استوفاہ اور توفی اور یہی توفی کے حقیقی معنی ہیں- اور توفاہ اللہ کے اصلی معنی قبضہ کرلیا یا قبضہ میں لے لیا ہوئے قرآن مجید میں اس کی بیشمار مثالیں موجود ہیں مثلاً

یوفون بالنذر (دهر)

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں-

اوفو بعهدی اوف بعهدکم (پ ، بقر ، ع)

اے میرے بندو! تم میرے عہد پورے کرو، میں تمہارے ساتھ اپنے وعدوں کو پورا کروں گا-

وابرهیم الذی وفی (پ ۲۷، نجم ، ۳ ع)

اور وہ ابراھیم جس نے اپنے عہد اور وعدے کو پورا کیا (اور ذبح فرزند کیلئے تیار ہو گیا)

نوف الیهم اعمالهم (پ ۱۱، هود، آیت ۱۵- ۲ ع)

ہم ان کے اعمال ان کو پورے پورے پہنچادیں گے-

وتوفے کل نفس ماعملت (پ ۱۴ ،نحل)

ہرایک نفس کواس کے اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔

بلیٰ من اوفی بعهده (پ ۳، آل عمران)

ہاں وہ شخص جس نے اپنے عہد اور وعدے کو پورا کیا۔

انما توفون اجورکم یوم القیمة (پ ۴،آل عمران ، ۱۹ع)

اور قیامت کے دن تم کو تمہارے اجر پورے پورے دئیے جائیں گے۔

هوالذی یتوفکم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنهار ثم یبعثکم فیه لیقضی اجل مسمی (۷ پ ، انعام ، ۷ع)

اور وہ خدا وہی ہے جو رات کو تمہاری روح قبض کرلیتا ہے اور دن میں جو کاروائی تم کر چکے ہو اسے بھی جانتا ہے پھر تم کو اسی میں لا اٹھاتا ہے کہ مقرر کیا ہوا وقت پورا ہو۔۔۔ وعلیٰ ہذا القیاس، ان لغوی اور قرآنی مثالوں سے اہل علم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر توفی کے معنی لغت میں موت کے ہیں تو چاہیے کہ اصل مادہ مجرد یعنی وفا کے معنی بھی موت ہونگے۔ اور پھر ہر ایک باب کے متصرفات اور اشتقاقات میں موت ہی کے معنی ملحوظ رہیں گے۔ اور اسلئے یوفون بالنذر کے معنی ہونگے کہ وہ اپنی نذر کو مار ڈالتے ہیں۔ اور موفون بالعهد کے معنی مار ڈالنے کے بنیں گے۔ اور ابراهیم الذی وفی کے معنی وہ ابراہیم جس نے اپنے عہد عزم اور حق اسلامی کو مار ڈالا۔

اور توفیت مالی کے معنی میں نے اپنے مال کو مار ڈالا وغیرہ، وغیرہ۔ دنیا میں سوائے قادیانی فرقہ کے کوئی ذی حس ہے جو ان معنوں کو صحیح کہے؟ اور تفسیر صافی ص ۸۵ پر توفی کے معنی پورا کرنا ہی لئے گئے ہیں۔ ثابت ہوا کہ توفی کے اصلی معنی موت ہرگز نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں بھی موت کے

معنی آئے ہیں تو انہی آیات سے ثابت ہے کہ توفی کے معنی محض موت ہی نہیں۔ مثلاً

تو فتهم الملئكة (٢٦ پ، محمد ٣ ع) توفته (رسلنا (٧ پ انعام ٨ ع) قل يتوفكم ملک الموت الذی وكل بكم (٢١ پ سجده ١ ع)

ہمارے فرشتے انکے پاس آتے ہیں اور انکو لے جاتے ہیں۔

ہمارے قاصد انکو پکڑتے ہیں۔

الله يتوفى الا نفس حين موتها والتى لم تمت فى منا مها فيمسک الذی قضى عليه الموت ويز سل الاخرى الى اجل مسمى۔

اللہ تعالیٰ موت کے وقت جانوں کو قبض کرتا ہے اور جو نفس مرے نہیں انکو سوتے وقت قبض کرتا ہے۔ پس ان میں سے جنکے لئے موت کا حکم ہو جاتا ہے ان کو روک رکھتا ہے۔

اور جن کے لیے موت کا حکم نہیں ہوا ہے ان کو ان کی اجل معین تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

يتوفى الانفس حين موتها

سے صاف ثابت ہے کہ توفی اور موت دو چیزیں ہیں۔

والتى لم تمت فى منامها

سے ثابت ہے کہ توفیٰ وقت موت اور وقت نوم واقع ہوتی ہے۔ اگر توفی کے

موت کے وقت اور جو نہیں مرے انکو سونے کے وقت اس لیے موت اور عدم موت دونوں جمع ہو جائیں گے۔ اور سونے کے وقت نفوس کا زندہ ہونا اور مرنا دونوں باتیں جمع ہونگی کہ اللہ ان کو مارتا ہے اور وہ زندہ رہتے ہیں اور

یمسک التی قضی علیھا الموت

علیحدہ دال ہے کہ توفی کے معنی موت نہیں ہیں ورنہ قضی علیھا الموت کے کوئی معنی ہو سکتے کیونکہ اگر یہاں توفی کے معنی موت لیے جائیں تو آخری جز کے معنی یہ ہوں گے۔

کہ خدا سونے کے وقت لوگوں کو مار ڈالتا ہے، موت واقع ہو جاتی ہے ان کو روک رکھتا ہے اور جن کو موت نہیں آتی ان کو اجل معین تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے اور خدا کے مار دینے کے بعد موت کا نہ آنا قادیانی لغت اور منطق میں ہی صحیح ہو سکتا ہے۔ ایک اور آیت ملاحظہ ہو۔

فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت (النساء ، ۳ ع)

کہ ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کو اٹھا لے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کی رو سے توفی کے حقیقی اور لغوی یا اصطلاحی معنی ابھی موت ثابت نہیں ہوئے۔ بلکہ دو معنی نکلتے ہیں۔

توفاء اللہ ای قبضتہ اونومۃ۔

کہ اللہ نے اس کو قبض کیا یا اس کو سلا دیا بنا بریں متوفیک سے موت حضرت عیسی پر کسی طرح استدلال نہیں ہو سکتا اور توفی کا استعمال اسی طرح مجازاً ہے جس طرح ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ فلانا پورا ہو گیا۔

(القرآن المبین تفسیر المتقین ص ۲۷۔ تا ص ۴۷ از سید امداد حسین کاظمی)

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں۔

"توفی کا اصل معنی عربی لغت میں الاخذ بالتمام، کسی شے کے پورا لے لینے یا کسی چیز کو اپنی طرف قبض کر لینے کے ہیں۔ موت دینے کے معنی میں اسکا استعمال حقیقتہً نہیں بلکہ مجازاً ہوا ہے۔ ایسے الفاظ جو اپنے حقیقی اور مجازی دونوں معنوں میں استعمال ہوتے ہیں، اپنے صحیح مفہوم کے تعین میں قرآئن کے محتاج ہوتے ہیں۔ یہاں مندرجہ ذیل قرآئن اس بات کے خلاف ہیں کہ اسکے معنی یہاں موت دینے کے لیے جائیں۔

ایک یہ کہ یہ موقع اللہ تعالی کی طرف سے سیدنا مسیح اور انکے ساتھیوں کے لیے بشارت اور وعدہ نصرت ہے۔۔۔۔۔

دوسرا یہ کہ اگر اس لفظ سے یہاں موت دینا مراد ہے تو اس کے بعد رافعک الی کے الفاظ بالکل غیر ضروری ہو کے رہ جاتے ہیں۔ آخر یہ کہنے کا کیا فائدہ کہ میں تمہیں موت دینے والا اور اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں؟ موقع دلیل ہے کہ یہاں متوفیک کے بعد رافعک الی کے الفاظ توفی کے مفہوم کو واضح کر رہے ہیں کہ تمہاری توفی کی شکل یہ ہوگی کہ میں تمہیں اپنی طرف اٹھا لوں گا۔

تیسرا یہ کہ رافعک الی کے معنی مجرد رفع درجات لینا صحیح نہیں ہے اس صورت میں الی کا لفظ بالکل بے ضرورت ہو کر رہ جاتا ہے اور قرآن میں کوئی لفظ بے ضرورت استعمال نہیں ہوا ہے۔

اگر صرف درجے کی بلندی کا اظہار مقصود ہوتا تو عربیت کے لحاظ سے رافعک کافی تھا الی کی ضرورت نہیں تھی۔ قرآن میں دیکھ لیجئے جہاں بھی یہ لفظ

بلندی مرتبہ کے مضمون کے لیے استعمال ہوا ہے بغیر الی کے استعمال ہوا ہے۔

(اسکے بعد مولانا نے (بقرہ:۲۳۵، اعراف ۱۷۶ مریم ۵۷) کا حوالہ دیا)

اگر صرف الی کا صحیح صحیح حق ادا کیا جائے اور یہ حق ادا کرنا ضروری ہے تو رافعک الی کے معنی یہ ہوں گے کہ میں تم کو عزت و اکرام کے ساتھ اپنی جانب اٹھالینے والا ہوں۔

چوتھا قرینہ درج کرنے کے بعد اسی بحث کے آخر میں لکھتے ہیں۔

ہر صاحب ذوق اندازہ کر سکتا ہے کہ قتل اور سولی کی نفی کے بعد اس رفع سے موت مراد لینے کی کس حد تک گنجائش ہے۔

(تدبر قرآن - امین احسن اصلاحی ۱۰۴-۱۰۵)

تفسیر نمونہ نامور شیعہ علماء کی نگارشات کا مجموعہ ہے اس میں ہے۔

توفی "وفی" کے مادہ سے ہے جس کا مطلب ہے "کس" چیز کی تکمیل کرنا" عہد و پیمان پر عمل کرنے کو وفا بھی تکمیل کرنے اور اسے انجام تک پہنچانے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ اسی بناء پر اگر کوئی شخص کامل طور پر اپنا حق دوسرے سے اپنی تحویل میں لے لے تو عرب کہتے ہیں۔

" توفی دینہ"

یعنی اپنا حق پورا پورا وصول کرلیا۔

یہ صحیح ہے کہ " توفی " بعض اوقات موت کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ لیکن وہاں بھی در حقیقت موت کے مفہوم میں نہیں بلکہ روح کو اپنی تحویل میں لے لینے کے معنی میں ہے۔ اصولی طور پر "توفی" کے معنی ...

پوشیدہ ہیں ہے اور "فوت" کا مادہ وفی کے مادہ سے بالکل جدا ہے۔

(تفسیر نمونہ ۳۴۱-۳۴۲ جلد ۲)

ابن جوزی لکھتے ہیں۔

ویکون معنی (متوفیک) قابضک من الارض وافیا تاما من غیران ینال منک الیھود شیاء، ھذا قول الحسن، وابن جریج، وابن قیبہ، ختارہ، فراء وھما یشھد لھذا لوجہ قولہ تعالی فلما تو فینی کنت انت الرقیب علیھم رفعتنی الی السماء من غیر موت، لانھم انما بدلوابعد رفعہ لابعد موتہ۔

(زاد المسیر: ابن جوزی ۱/۳۹۷)

متوفیک کا معنی ہو گا کہ میں تجھے زمین سے مکمل طور پر قبضہ میں لینے والا ہوں۔ اسکے بغیر کہ یہود کوئی نقصان پہنچا سکیں۔ یہ حسن جریج، ابن قتیبہ کا قول ہے۔ فراء نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ اس پر اللہ تعالی کا قول شاہد ہے پس جب تو نے مجھے اپنی طرف اٹھا لیا تو توہی ان پر نگہبان ہے۔ یعنی بغیر موت کے آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے اٹھنے کے بعد تبدیلی کی تھی نہ کہ آپ کی موت کے بعد۔

شہاب بن ابی العباس سمین حلبی کہتے ہیں۔

ان فی الکلام تقدیما و تاخیرا، والاصل: رافعک الی و متوفیک لانہ رفع الی السماء ثم یتوفی فی بعدذلک۔

(الدرالمصون فی علوم لکتاب المکنون ۲/۱۱۵)

(زارالمسیر ۱/۳۹۷)

بے شک یہاں کلام میں تقدیم و تاخیر ہے اصل کلام ایسے ہے۔ میں

تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا اور پھر وفات دینے والا ہوں۔ کیونکہ عیسی علیہ السلام پہلے آسمان کی طرف اٹھائے گئے اسکے بعد آپ وفات پائیں گے۔

خوارج کے معروف عالم محمد بن یوسف اطفیش لکھتے ہیں۔

مستوفی اجلک لا انقص منہ شیا، فلا تموت الاعند قعرب الساعة

(تیسرا التفسیر للقرآن الکریم :محمد بن یوسف اطفیس ۸۳/۲)

(مطبوعہ سلطنة عمان وزارة التراث القومی و الثقافقہ)

"میں تیسری مقررہ مدت پوری کروں گا اس میں ذرا بھی کمی نہ ہوگی۔ پس آپ کو موت نہیں آئیگی مگر قیامت کے قریب۔"

مشہور معتزلی زمخشری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وقیل متوفیک : قابضک من الارض، من توفیت مالی علی فلان اذا استوفیتہ: وقیل یمتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الان - (الکشاف ۳٦۷/۱)

شیخ اکبر "انی متوفیک" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

ای قابضک الی من بینھم

یعنی میں تمہیں ان میں سے اٹھانے والا ہوں۔

(تفسیر القرآن الکریم ۱۹۰/۱)

واللہ رفع عیسی علیہ السلام الی السماء الرابعة

اور اللہ نے حضرت عیسی علیہ السلام کو چوتھے آسمان کی طرف اٹھایا۔

(تفسیر القرآن الکریم ۱۹۱/۱)

محمد علی الصابونی لکھتے ہیں۔

انی رافعک الی السماثم ممیتک بعد استیفائک کامل اجلک والمقصود بشارتہ بنجاتہ من الیہود و رفعہ الی السماء سالما دون اذی۔

(صفوۃ التغاسیر: محمد علی الصابونی ۱/۳۰۹)

میں تجھے آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔ مدت مکمل کرنے کے بعد پھر تجھے موت دوں گا۔ اسکا مقصد آپ کو یہود سے نجات کی بشارت دینا اور بغیر تکلیف کے سالم آسمان کی طرف اٹھانا۔

ابن قیم کی رائے:۔

ابن قیم لکھتے ہیں۔

فرفعہ الیہ واسکنہ سماء ہ، و سعیدہ الی الارض۔ ینتقم بہ من مسیح الضلال و اتباعہ، ثم یکسر بہ الصیب و یقتل بہ الخنزیر، و یعلی بہ الاسلام، و ینصربہ ملۃ اخیہ و اولی الناس بہ محمد علیہا افضل الصلوۃ واسلام۔

(ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود النصاری۔ ۱۶۶)

اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور اسمان میں ٹھرایا۔ اور عنقریب زمین کی طرف لوٹائے گا۔ اللہ حضرت عیسیٰ کے ذریعے گمراہ دجال اور اسکے متبعین سے انتقام لے گا آپ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو ماریں گے۔ اور اسلام کو بلند کریں گے۔ اور آپ کے بھائی (حضرت محمد ﷺ) کے دین کی مدد کریں گے

فالمسیح صلوات اللہ وسلامہ علیہ لم یقتل ولم یصلب یقیناً لا شک فیہ (ایضاً ۱۶۸)

پس مسیح علیہ السلام نہ تو قتل کئے گئے اور نہ سولی دئیے گئے یقیناً اس میں کوئی شک نہیں۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام اور اجماع امت :۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور قرب قیامت نزول امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ لیکن مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ "حیات مسیح پر کبھی اجماع نہیں ہوا۔ بیشک درست ہے کہ کئی صدیوں سے مسیح کی حیات کا مسئلہ عام طور پر لوگوں میں پھیلا ہوا ہے۔"

(الحجۃ البالغہ ۸۱۔ ۸۲ : مرزا بشیر احمد)

کیا یہ امت کا اجماعی عقیدہ نہیں؟ یقیناً یہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

اسے سمجھنے کے لئے اجماع کی حقیقت سمجھنے کی کوشش کریں۔

وقال الغزالی:

الاجماع عبارۃ عن اتفاق امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ علی امرمن الامور الدینیۃ۔

علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں۔

وھکذا اجماع الامۃ، اذا اجتمعت علی شئی، فھو الحق الذی لاشک فیہ لانھا لا تجتمع علی ضلال۔

(التمھید ۲/۲۶۷)

ان تعریفات کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیھم اور امت محمدیہ کے برگزیدہ افراد کے نام ملاحظہ فرمائیے جو حیات مسیح کے قائل تھے۔

سیدنا ابن عباس، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا انس بن مالک، سیدنا ثوبان، سیدنا جابر بن عبداللہ، سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ، سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ صفیہ، سید ام سلمہ، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عمر، سیدنا علی المرتضی، سیدنا عثمان رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین حضرت مجاہد، کعب احبار، حضرت قتادہ، عطا بن ابی رباح، سعید بن جبیر، ابن عطیہ، ابن سیرین، ابن جریر طبری، امام قرطبی، ملاجیون، سید محمود آلوسی حفنی، ملا علی قاری، شیخ عبدالوھاب شعرانی، حضرت مجدد الف ثانی،

علاوہ ازیں صحابہ، تابعین، جلیل القدر مفسرین، محدثین، مورخین اور صوفیاء کرام کی ایک کثیر تعداد کا اعتقاد حیات مسیح پر ہے ملت اسلامیہ کے یہ درخشندہ و تاباں وجود سب اس نظریہ پر قائم تھے۔

اہل سنت، اہل تشیع، معتزلہ، خارجی سب حیات مسیح کے قائل ہیں۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ نزول مسیح کی روایات حد تواتر کو پہنچ چکی اور نزول مسیح مستلزم ہے حیات مسیح کو۔ علیہ الصلوۃ والسلام۔

اس طریق سے گویا حیات مسیح کا عقیدہ بھی ان روایات کی رو سے متواتر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رفع عیسی کے بارے میں امت کے اتفاق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"و اما رفع عیسی فاتفق اصحاب الاخبار و التفسیر علی انہ رفع ببدنہ حیا"

(التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر ۳/۲۱۳: حافظ ابن حجر عسقلانی)

تفسیر بحرالمحیط میں ہے۔

" قال ابن عطیہ و اجمعت الامۃ علی ماتضحنہ الحدیث التواتر من ان عیسی فی السماء حی وانہ منزل فی آخر الزمان بحر المحیط ۴۷۳/۲)

حضرت ابن عباس کی روایت سے غلط استدلال:۔

امام بخاری نے سیدنا عبداللہ بن عباس کی ایک روایت تعلیقاً نقل فرمائی جس میں متوفیک کا معنی ممیتک کیا گیا ہے۔ مرزائی اس سے وفات حضرت مسیح علیہ السلام ثابت کرتے ہیں اس روایت کا تنقیدی جائزہ ملاحظہ فرمائیں۔

(ا) روایت کی سند اس طرح ہے۔

قال ابن ابی حاتم: ثنا ابی، ثنا ابو صالح ، ـه مداوـه، عن علی، عن ابن عباس۔۔۔

(تعلیق التعلیق علی صحیح البخاری : ابن حجر عسقلانی ۲۰۶/۴)

ابو صالح کے بارے میں علامہ البانی لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن صالح کا تب اللیث منکر الحدیث جداً کان لہ جار یضع الحدیث علی شیخ عبداللہ ویکتبہ بخط یشبہ خط عبداللہ و یرمیہ فی دارہ بین کتبہ فیتوھم عبداللہ انہ خطہ فیحدث بہ۔

(سلسلتہ الاحادیث الضعیفہ ۱۹۱/۲)

(الفتح الربانی ۱۷۲/۴)

(ب) یہ روایت اس لیے بھی قابل استدلال نہیں کہ یہ حضرت ابن عباس

سے منقول صحیح روایات کے صریح خلاف ہے مثلاً۔

(I) نجاه الله تعالی من بینهم ورفعه من روزنة ذلک البیت الی السماء

(تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۷۴)

(II) رفعه الی السماء من غیر وفاة ولا نوم

(الجمع الاحکام القرآن : قرطبی ۲/ ۱۰۰)

(III) علامہ ابن عبدالبر نقل فرماتے ہیں۔

واذ حملت روایة علی بن ابی طلحة عن ابن عباس علی التقدیم والتاخیر ای رافعک و محبتک

اسکے بعد آیت کریمہ۔

وان من اهل الکتاب الالیو منن به قبل موته

کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

فقال ابو ہریره و ابن عباس : قبل موت عیسی علیه اسلام۔

(المتهید: علامه ابن عبدالبر قرطبی ۱۴/ ۲۰۲)

اس آیت کریمہ کے تحت یہ قول بھی نقل کیا ہے۔

قال قبل موت عیسی علیه السلام ، والله انه لحی۔ الان عندالله، ولکنه اذا نزل، آمنوبه اجمعون(ایضاً)

(ج) اس روایت کی تاویل اس لیے بھی ضروری ہے کہ حضرت ابن عباس سے منسوب تفسیر میں اس قسم کا کوئی قول مذکور نہیں۔

(دیکھیے تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس)

حضرت امام حسن پر الزام :۔

ایچ - ای - طارق نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت امام حسن بھی وفات مسیح کے قائل تھے۔ اور طبقات الکبری (٣٩/٣) کی یہ عبارت بطور دلیل پیش کی۔

" ولقد قبض فی اللیلة التی عرج فیها بروح عیسی بن مریم لیلة سبع و عشرین من رمضان۔

(والکن شبہ لھم از ایچ ایم طارق قادیانی-٦)

یہ روایت بھی قابل استدلال نہیں چونکہ

(I) اسکی سند میں ابو اسحاق مدلس ہے۔ روایت معنعن ہے اور جبیرہ بھی متکلم فیہ ہے اور مختاریہ سے متعلق تھا۔

(II) یہ اس صحیح روایت کے خلاف ہے جو امام حسن سے صحیح سند سے منقول ہے۔ صحیح روایت اس طرح ہے۔

واللہ لقد قبض فی اللیلة التی فیها قبض وصی ، موسی یوشع بن نون واللیلة التی عرج فیها بعیسی ابن مریم و اللیلة التی نزل فیها القرآن۔

(مراۃ العقول ٥: ٣١٠/)

امام حسن کے خطبہ کو طبری نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے۔

لقد قتلتم رجلافی لیلة فیها نزل القرآن و فیها رفع عیسی ابن مریم علیہ السلام۔

(تاریخ الطبری :۔ ابن جریر طبری : ١٢١/٢)

مراۃ العقول اور تاریخ طبری کی روایات سے واضح ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ اٹھایا گیا ہے نہ کہ آپ کی روح کو لے جایا گیا جیسا کہ مرزائیوں نے ابن سعد کی روایت سے سمجھا۔

امام طبری پر افتراء:۔

مرزا نے لکھا ہے کہ امام طبری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا ذکر کیا۔ اس طرح کی روایت اگرچہ تاریخ طبری (۱/۴۳۴) پر درج ہے لیکن مرزا صاحب تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر کے خطے میں ثابت کرتے ہیں اور یہاں مدینہ کے پہاڑ کا ذکر ہے۔ عبارت کے سیاق سباق سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل عبارت یوں تھی:

هذا قبر رسول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام۔

جو کاتب کی غلطی سے

خدا قبر رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

درج ہو گئی علاوہ ازیں انہی صفحات میں امام طبری رفع عیسیٰ کا ذکر کرتے ہیں مثلاً صفحہ ۱/۴۳۵ پر ہے۔

ذکر من ملک من لروم ارض الشام بعد رفع المسیح علیہ السلام۔

مرزا خود حیات مسیح علیہ السلام کا قائل تھا!

مرزا صاحب کی درج ذیل عبارات ملاحظہ فرمائیے "گویا الہامات

انا جعلناک المسیح ابن مریم

کی بناء پر میرا یہ عقیدہ تھا کہ میں مسیح ابن مریم کی جگہ آنے والا ہوں لیکن دس سال تک میں اس کی تاویل کی وجہ سے اظہار نہ کر سکا۔"

(روحانی خزائن ۵/۵۵۱)

دوسرے مقام پر مرزا صاحب نے لکھا:

"مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر محمول نہ کرنا چاہا اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا۔"

(روحانی خزائن ۱۸/۷)

"چنانچہ براہین احمدیہ میں قبل علم قطعی جو خدا سے منکشف ہوا اپنے خیال سے یہی لکھا گیا تھا کہ وہ خود دوبارہ آئیگا۔"

(روحانی خزائن ۱۵/۴۸۵)

مرزا صاحب نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ

(۱) مسلمانوں کے ایک گروہ کا اعتقاد ہے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔

گویا حیات مسیح پر اجماع کو مرزا نے تسلیم کر لیا۔

(۲) مرزا صاحب کا بھی یہی عقیدہ تھا جو عام مسلمانوں کا تھا۔ اسی وجہ سے دس

سال تک وحی میں تاویل کی۔

حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں
ضد ہے جناب شیخ تقدس ماب کی

مختلف اعتراضات کا محاکمہ

قادیانی سورہ جمعہ کی اس آیت مقدسہ سے استدلال کرتے ہیں۔

وآخرین منہم لما یلحقوا بہم وھوالعزیز الحکیم۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ مثل الذین حملوا التوراتہ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً۔ بئس مثل القوم الذین کذبو بایت اللہ واللہ لایھدی القوم الظلمین۔

مرزا طاہر کے بقول

یہ آخرین منہم کون ہیں؟

"یہاں تک کہ وہ رات گہری ہو جائے گی اور یوں محسوس ہو گا کہ گویا ایمان دنیا سے اٹھ چکا ہے۔ دنیا مہجور ہو گئی ہے، کلیتہ نور آسمان پر جاتا رہا ہے۔ اب یہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے آخرین کیسے ہو گئے یہ تو لازماً بہت دور کے آخرین ہیں"۔ (زھق الباطل: ۳۸۶)

اگر زمانہ کی دگرگوں حالت کو دیکھیں تو عصر حاضر کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ آخرین منہم کے ضمن میں مفسرین کے اقوال کئی ہیں اس کے لئے

ملاحظہ ہو (زادالمسیر ۲۵۹/۸، عمدہ القاری ۲۳۵/۱۰)

ابن کثیر لکھتے ہیں۔

قال رسول الله صلی الله علیہ والہ وسلم (ان فی اصلاب اصلاب اصلاب رجال و نسائ من انی یدخلون الجنتہ بغیر حساب ثم قرأ (وآخرین منھم لحا یلھقربھم) یعنی بقیتہ من بقی من امتہ محمد صلی الله علیہ وآلہ وسلم (تفسیر القرآن العظیم: ۵۹۷/۴)

اس کی ایک توجیہ امیّین احسن اصلاحی صاحب نے کی ہے۔

اس کا عطف امیّین پر ہے یعنی جن امیوں کے اندر اس رسول کی بعثت ہوئی ہے انہی میں سے وہ دوسرے بھی ہیں جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔ یہ اشارہ ان بنی اسماعیل کی طرف ہے۔ جنھوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس سے یہ بات نکلی کہ اوپر اگرچہ لفظ امیّین عام استعمال ہوا ہے لیکن اس سے مراد صرف وہ نبی اسماعیل ہیں جو مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ چنانچہ آیت کا ٹکڑا:

وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین

اس پر دلیل بھی ہے (تدبر قرآن ۳۷۹/۸)

بخاری شریف کتاب التفسیر میں اس آیت کریمہ کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی پیش کیا جاتا ہے۔

لوکان الایمان عند الثریالنالہ رجال۔ اورجل۔ من ھؤلا

لیکن دوسری روایت جس میں راوی کو شک نہیں اس طرح ہے۔

لنالہ رجال من ھولاء (فتح الباری ۸/۶۴۱)

یہ روایت مرزائیوں کے لئے اس وجہ سے سود مند نہیں کہ مرزا صاحب مغل برلاس تھے۔ بارش کی طرح ہزار الہام ہوتے ہیں کہ مرزا صاحب ابنائے فارس سے ہیں وہ قابل اعتماد نہیں نسب الہام سے ثابت نہیں ہوتے۔ حضرت ابن عربی کی جس پیشین گوئی کا اپنے آپ کو مصداق ٹھہرایا اس کے مطابق بھی مغل ہی ثابت ہوتے ہیں۔ (روحانی خزائن ۱۵/۴۸۲)

ذلک الفضل من اللہ و کفی باللہ علیماً ۔ یایھا الذین امنوا اخذواحذرکم فانفرو اثبات اونفروا جمیعاً۔(۷)

مرزا طاہر اس آیت کریمہ کے تحت بیان کرتا ہے۔

"لوگ اس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں انعام پانے والوں کے ساتھ ہوں گے ان میں سے نہیں ہوں گے۔ (زحق الباطل ۴۰۶)

فاولک مع الذین انعم اللہ علیھم

کی وضاحت کے لئے مرزا طاہر نے اگر سورہ حدید کی اس آیت کو دیکھا ہوتا تو التباس نہ رہتا۔

والذین امنو باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم و نورھم

گویا انعام یافتہ۔ انبیاء و صدیقین کی معیت میں ہوں گے آیت کے آخری حصہ

و حسن اولئک رفیقا

نے بھی بتا دیا کہ اس معیت سے انبیاء و شہدا کی رفاقت ہی مراد ہے نہ کہ ان

میں سے ہو جائیں گے جیسے کہ مرزا طاہر نے سمجھا- قادیانی امت میں امکان نبوت کے لئے اس روایت کو پیش کرتے ہیں-

ابوبکر افضل هذه الامه الا ان یکون نبی (احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک ۱۷۸، ۱۷۹)

ترجمہ: ابوبکر امت میں سب سے افضل ہیں بجز اس کے کہ کوئی نبی امت میں پیدا ہو-

قاضی محمد نذیر فاضل مرزائی نے ان روایات کے تراجم غلط کئے ہیں- علامہ مناوی الاان یکون بنی کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں-

هو افضل الناس الانبی والمراد الجنس (فیض القدیر۱/۹۰)

گویا حضرت ابوبکر صدیق امت محمدیہ میں افضل ترین فرد ہیں اور نبی سے مراد انبیا کرام ہیں- گویا حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام جو قرب قیامت نزول فرمائیں گے وہ یقیناً حضرت ابوبکر صدیق سے افضل ہیں- ان روایات کے اردو ترجمہ کو اس پس منظر کی روشنی میں سمجھنا چاہیئے- اگر قاضی نذیر فاضل قادیانی کا ترجمہ صحیح بھی مان لیا جائے تو ثانی الذکر روایت کے بارے میں علامہ مناوی فرماتے ہیں-

فیہ اسماعیل بن زیاد الایلی فعیق انتھی و فی المیزان: تغردبہ اسماعیل ہذا فان لم یکن ھو وضعہ فالا فتہ ممن دونہ (۱۱) وفیہ اسماعیل بن زیا وھو ضعیف (مجمع الزوائد: ۹/۴۷)

یہ روایت کنزالعمال ۱۱/۵۴۳ میں بھی ہے-

میزان الاعتدال میں الا ان یکون نبی کی بجائے الاان یکون

نبیا بھی (۲۳۱/۱)
لیکن یہ بھی ضعف کی بناء پر مفید نہیں، لہذا یہ روایت قابل استدلال ہی نہیں۔

ابن ماجہ کی یہ روایت قادیانیوں کا سب سے اہم ہتھیار ہے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ھوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ارشاد فرمایا:

ولو عاش لکان صدیقاً نبیاً
یعنی اگر میرا یہ لخت جگر زندہ رہتا تو صدیق نبی ہوتا۔

اس روایت پر دو جہتوں سے بحث کی جا سکتی ہے۔

(الف) یہ روایت ضعیف ہے۔

فی اسدد ابرهیم بن عثمان ابوشیبه قاضی واسط، قال فیه البخاری:
وقال ابن المبارک ارم بہ۔ وقال ابن معین لیس ثبقة وقال احمد: منکر الحدیث وقال النسائی: متروک الحدیث (ابن ماجہ: رقم ۱۵۱۱)

ابراھیم بن عثمان کو تقویت دینے کے لئے مرزائی یہ کہتے ہیں کہ قضاء میں اس سے بڑھ کر کسی نے عدل نہیں کیا (احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک ۱۸۵)۔
لیکن یاد رکھیئے! قضا میں عادل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس میں کوئی اور عیب نہیں۔ جس راوی پر امام بخاری، ابن المبارک، ابن معین، امام احمد، امام نسائی جیسے آئمہ حدیث جرح کریں، اس کی روایت کس طرح قبول کی جا سکتی ہے۔

بغرض محال، بقول قوم قادیان، یہ روایت صحیح ہے تو اسے، اس پہلی روایت سے ملا کر سمجھنا ہو گا جسے مرزائی بیان نہیں کرتے اور اس روایت کو امام بخاری نے بھی کتاب الادب میں بیان کیا ہے۔

مات وهو صغير، ولو قضى ان يكون بعد محمد نبي لعاش ابنه ولكن لانبي بعده

ان دونوں روایات کو ملا کر سمجھیں تو مفہوم یہ ہو گا کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کا آنا تقدیر میں ہوتا تو حضرت ابراہیم زندہ رہتے اور وہ صدیق نبی ہوتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایک اور روایت فتاویٰ حدیثیہ کے حوالے سے مرزا طاہر احمد نے بیان کی ہے۔ ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم فوت ہوئے تو آپ نے ان کی والدہ ماریہ کو جنازہ تیار کرنے کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے صاحبزادہ ابراہیم کو غسل دیا کفن پہنایا۔ حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کے ساتھ جنازہ باہر لائے، قبرستان میں دفن کیا اور پھر قبر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا خدا کی قسم یہ نبی ہے نبی کا بیٹا ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ گھر کے فرد تھے اس لئے ان کی روایت ہی زیادہ وضاحت اور تفصیل سے موجود ہے کہ کیا واقعہ ہوا۔ (زھق الباطل: مرزا طاہر قادیانی ۳۸۰)

قادیانی اس روایت کے بارے میں ان الفاظ کو بھی چشم عبرت سے

پڑھیں۔

و رواه ابن عساكر عن جابر عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم و اخرج ایضاً وقال فیه من لیس بالقوی عن علی بن ابی طالب (الفتاویٰ الحدیثیه: ابن حجر مکی:۱۷۶)

بے بنیاد روایات پر تشکیل پانے والی قوم کتنا عرصہ زندہ رہ سکے گی۔ حقائق کو جھٹلایا تو جاسکتا ہے لیکن چھپایا نہیں جاسکتا۔

یہ غلط تصور بھی پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پاگئے ہیں۔ لہذا نہ وہ زندہ اٹھائے گئے اور نہ ہی دوبارہ تشریف لائیں گے۔

عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائة سنة

امام ہیثمی فرماتے ہیں

رواه الطبرانی باسناد ضعیف، وروی البزار بعضه ایضاً و فی رجاله ضعف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے بھی غلط فہمی پیدا کی جاتی ہے۔

قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لانبی بعده (الدارالمنثور: ۵/ ۲۰۴)

لیکن اس قول کے ساتھ مغیرہ بن شعبہ کا قول ہے جس سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام ایک نبی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے آپ پہلے سے مقام نبوت پر فائز ہیں نہ کہ جدید نبوت کے حامل اسی واسطے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے لانبی بعده کہنے سے منع فرمایا۔

علامہ سیوطی نے روایت عائشہ رضی اللہ عنہا مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے لکھی ہے لیکن موجودہ مطبوعہ نسخہ میں یہ روایت درج نہیں۔ علاوہ ازیں تفصیل کیلئے تکملہ مجمع الجاد ص ۸۵ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر (۱۶۷) پر یہ روایت نقل کی ہے۔

لوکان عیسیٰ حیاماً وسعہ الااتباعی

اس سے بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ آپ وفات مسیح کے قائل تھے حالانکہ شرح فقہ اکبر میں آپ نے اسی مقام پر لکھا ہے کہ اس روایت کے بارے میں وضاحت شرح شفا میں کردی ہے۔ شرح شفا کی عبارت یوں ہے۔

لوکان موسی حیا لماوسعہ الااتباعی (شرح الشفاء: ملا علی قاری: ۱/ ۲۴۵)

گویا فقہ اکبر کی عبارت سہو کاتب ہے۔

عقیدہ ختم نبوت
اسلام کا بنیادی عقیدہ

انسان جب اسلام کے سچے اور سچے پیغام سے انحراف کرتا ہے تو پھر اپنے خود ساختہ نظریات کی تائید کے لیے کئی ایسے حقائق کا انکار بھی کر بیٹھتا ہے جو قطعی ہوتے ہیں۔ مرزائی اپنی ساکھ بنانے کے لیے اتنے نظریات بنا چکے ہیں کہ نیا نظریہ سامنے آنے پر انکے پہلے کسی نظریہ کی تردید ہو جاتی ہے۔ کبھی تو لفظ "خاتم" کی طرح طرح سے تاویل کرتے ہیں اور کبھی مرزا کے ایسے اقوال پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی ختم نبوت کا قائل تھا۔ لیکن مرزا طاہر احمد نے یہ کہہ کر کمال ہی کر دیا۔

"یہ ایک حقیقت ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کبھی بھی ایمان کی بنیادوں میں نہیں رہا کیونکہ سوال یہ ہے کہ ایمان کی بنیادیں بتانے والے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے یا یہ آجکل کے علماء ہیں؟ جن پر قرآن نازل ہوا، جن کو اسلام عطا ہوا کیا ان کو علم نہیں تھا کہ ایک ایسی بنیاد بھی ہے جس کا میں ذکر

نہیں کر رہا اور وہ پیچھے رہ گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اور بات ختم ہو گئی یہ پانچ بنیادیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھیں اور یہ چھٹی بنیاد اب دریافت کی گئی ہے جسکا حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی علم نہیں دیا گیا تھا۔" اسکے بعد مرزا طاہر نے اپنے موقف کی تائید کے لیے حدیث جبرائیل ذکر کی۔

(زھق الباطل: ۳۹۷،۳۹۸،۳۹۹)

اس حدیث کی آڑ لیکر ہم کہہ سکتے ہیں۔

"یہاں صرف یہ ذکر ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس لئے عبادت تو اللہ کی کی جائیگی لیکن چونکہ کسی اور خدا کی عبادت کی نفی نہیں کی گئی؛ اور کسی دوسرے خدا سے استعانت کا ذکر بھی نہیں، اس لیے ثابت ہوا کہ کوئی دوسرا خدا بھی ہے جس سے مدد طلب کی جا سکتی ہے"۔

اگر آیات و احادیث کی ایسی تاویلات شروع کر دی جائیں تو ہمارے عقائد کی بنیادیں ہی متزلزل ہو جائیں۔ کتنی ہی آیات اور احادیث ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحیثیت خاتم النبین ماننا لازم قرار دیا گیا۔ بلکہ ایسی روایات بھی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ ازل سے تاجدار ختم نبوت ہونا آپ ہی کا مقدر تھا۔

ذیل میں چند ایسی ہی مثالیں پیش کی جا رہی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے

کہ ختم نبوت کا عقیدہ ایمانیات کی بنیادوں میں سے ہے۔ یہ روایات ان آیات واحادیث کی موید ہیں جن سے "عقیدہ ختم نبوت بطور جزو ایمان" کا پتا چلتا ہے۔

۱۔۔۔۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے دریافت کیا۔

یا رسول اللہ متی کنت نبیا؟

قال لما خلق اللہ الارض و استوی الی السماء فسواھن سبع سموات و خلق العرش : کتب علی ساق العرش محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء۔ (فتاوی ابن تیمیہ ۱۵۰/۲)

قصہ آدم کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

قد غفرت لک وھو آخر الانبیاء من ذریتک ولولاہ ماخلقتک۔

اسکے بعد لکھا ہے۔

فھذالحدیث یوید الذی قبلہ وھما کا التفسیر لل احادیث الصحیة (فتاوی ابن تیمیہ ۱۵۲/۲:)

انی عند اللہ مکتوب لخاتم النبین وان آدم لمنجدل فی طینة۔ (دلائل النبوة ابونعیم : ۴۸/۱)

۲۔۔۔۔ حضرت ابو بکر صدیق رض نے نامساعد حالات کے باوجود منکرین نبوت کے خلاف افواج روانہ کی۔ اسکی وجہ یہی تھی کہ عقیدہ رسالت تمام تر تقاضوں کے ساتھ سمجھا جائے۔

۳۔۔۔۔ امام اعظم کے زمانے میں ایک مدعی نبوت نے کہا مجھے مہلت دو کہ کوئی نشانی دکھاؤں امام اعظم نے فرمایا جواس سے نشانی مانگے گا کافر ہو جائے گا کیونکہ وہ نشانی مانگنے کے سبب مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد قطعی کہ میرے

بعد کوئی نبی نہیں کی تکذیب کرتا ہے۔

۴۔۔۔۔۔ اگر کوئی شخص کہے میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے میں پیغمبر ہوں کافر ہو جائیگا اگرچہ مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں اور اگر اس کہنے والے سے کوئی معجزہ مانگے تو کہا گیا یہ بھی مطلقاً کافر ہے اور مشائخ متاخرین نے فرمایا اگر اسے عاجز و رسوا کرنے کی غرض سے معجزہ طلب کیا تو کافر نہ ہو گا ورنہ ختم میں شک لانے کے سبب یہ بھی کافر ہو جائیگا۔

۵۔۔۔۔۔ علامہ یوسف اردبیلی فرماتے ہیں۔

جو ہمارے زمانے میں نبوت کا مدعی ہو یا دوسرے کسی مدعی کی تصدیق کرے یا حضور کے زمانے میں کسی کو نبی مانے یا حضور سے پہلے کسی غیر کو نبی جانے کافر ہو جائے گا۔

۶۔۔۔۔۔ علامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں۔

فلاسفہ نے کہا تھا کہ نبوت کسب سے مل سکتی ہے آدمی ریاضتیں مجاہدے کرنے سے پا سکتا ہے اسکے رد میں فرماتے ہیں کہ انکے مذہب کا بطلان محتاج بیان نہیں آنکھوں دیکھا باطل ہے اور کیوں نہ ہو کہ اسکے نتیجے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد کسی نبی کا امکان نکلے گا اور یہ تکذیب قرآن کو مستلزم ہے قرآن عظیم نص فرما چکا کہ حضور خاتم النبیین و آخر المرسلین ہیں اور حدیث میں ہے میں پچھلا نبی ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اس معنے پر ہے جو اسکے ظاہراً سمجھ میں آتے ہیں۔ یہ ان مشہور مسئلوں میں سے ہے جنکے سبب ہم اہل اسلام نے

فلاسفہ کو کافر کہا اللہ ان پر لعنت کرے۔"

۷-----اقبال فرماتے ہیں۔

"دراصل عقیدہ ختم نبوت ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لئے فیصلہ کن کہ فلاں فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں۔" (سیرت اقبال ۲۱۹: محمد طاہر فاروقی)

مزید حوالہ جات کیلئے طبقات ابن سعد ۱/۱۰۷ فتح الباری ۱/۱۸۴ ملاحظہ فرمائیں)

کیا اب نئے نبی کی ضرورت ہے؟

کیا نبوت کی ضرورت ہے؟

قرآن مقدس، احادیث اور اجماع امت سے پتہ چلتا ہے کہ خاتم النبیین کا واضح مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے بعد باب نبوت بند ہو گیا۔ ظلی بروزی تسریعی، غیر تسریعی کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اگر اسلاف میں سے کسی نے تسریعی و غیر تسریعی کے الفاظ استعمال کئے تو یہ صوفیاء کی اصلاح ہے۔ جیسے حضرت ابن عربی نے کمالات نبوت، مبشرات اور ولایت کو نبوت غیر شریعی کہا ہے۔ اگر نبوت کی ان اقسام کا کوئی وجود تھا تو قرآن مقدس نے ان کے بارے میں کوئی واضح حکم ارشاد کیوں نہ فرمایا۔ قرب قیامت دنیا کے احوال اور مسلمانوں کو آئندہ پیش آنے والے کتنے ہی ایسے مسائل ہیں جن کی واضح طور پر قرآن نے نشاندہی کی لیکن اتنا اہم مسئلہ ذکر نہ کیا؟ بلکہ آیت مقدسہ

اطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم

کے ذریعے ہر قسم کی نبوت کے دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا اگر کسی قسم کی نبوت کی ذرا سی گنجائش ہوتی تو اطیعوالرسول کے بعد ظلی، بروزی، نبی کی اطاعت کا حکم دیا جاتا۔ فیضان نبوت تو اب بھی جاری ہے۔ صوفیاء کی کرامات کشف، الہام یہ سب فیضان نبوت کے طفیل ہیں لیکن اگر اس سے اجرائے نبوت مراد ہو تو امت میں سے آج تک کسی نے اس قسم کا دعوی نہیں کیا۔ نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور دیگر سلاسل کے بزرگان دین میں سے کون ہے جس نے اتباع شریعت سے انحراف کیا؟ اس کے طفیل ان پر الہی انعامات کی بارش تو ہوئی لیکن کوئی بھی ظلی بروزی، تسریعی غیر تسریعی مستقل غیر مستقل نبوت کی بحث میں نہ الجھا۔ کیا انسان کو اب نئی نبوت کی ضرورت ہے؟

شہید مرتضی مطہری اسی قسم کے سوالات کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"انسان اس وقت تک تبلیغی وحی کا محتاج رہتا ہے جب تک اس کی عقل، علم اور تمدن کا درجہ اس مقام تک بلند نہیں ہو جاتا کہ وہ خود اپنے دین کے بارے میں دعوت، تعلیم، تبلیغ، تفسیر اور اجتہاد کا فرض انجام دے سکے علم اور عقل کا ظہور دوسرے الفاظ میں انسانیت کا رشد و بلوغ خود وحی تبلیغی کا حکم کر دیتا ہے اور علماء ان انبیاء کے جانشین قرار پاتے ہیں"۔

"علم کے ظہور اور ترقی کے ایک ایسے درجے تک انسان کی رسائی ہے کہ وہ دین آسمانی کا محافظ، داعی، اور مبلغ بن سکے، نبوت تبلیغی کی ضرورت باقی رہنے نہ دی اور اس کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرم نے اس امت کے علمائے کو انبیاء بنی اسرائیل کی مانند کہا" (ختم [illegible]

مطہری ۳۸ تا ۴۱)

درج بالا اقتباس کی وضاحت جسٹس قدیر الدین کی بیان کردہ اس مثال سے بھی ہوتی ہے ''شاگردی کے بعد بھولنے کا زمانہ نہیں بلکہ خود اپنی کوشش سے علم حاصل کرنے کا زمانہ آنا چاہیئے یہ شرط ضروری ہے کہ اتنی تعلیم اور قابلیت حاصل کر لی ہو کہ پھر اپنے آپ غور وفکر کر سکیں کہ۔۔۔۔ اور راستوں کا کوئی نقشہ روایتی یا درایتی ذہن میں ہو۔ اسلام کی راہ میں یہ شرط اس طرح پوری ہو چکی ہے کہ کائنات کے پیدا کرنے والے نے انسان کو فارغ التحصیل ہونے کا اعلان فرمایا دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا''۔ راستوں کا نقشہ بھی اسی پروردگار نے سمجھا دیا۔ متعدد بار جتا دیا کہ ''وہ کتاب ہم نے نازل کی ہے، یہ برکت والی ہے۔ پس تم اس کی پیروی کرو اور تقویٰ کی روش اختیار کرو''۔

اس سے زیادہ عظیم کارنامہ استادِ امت، معلم انسانیت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ہے کہ اس نے خدا کی مرضی سے استاد اور تدریس کی ضرورت ہی کو ختم کر دیا۔ تدریس کا یہ کمال ہے کہ حد تدریس تک تعلیم دے کر خالق عالم نے وحی کا وہ پرانا مدرسہ ہی برخاست کر دیا جو ہزاروں برس سے جاری تھا اب نہ وحی آئے گی اور نہ مزید رسول آئیں گے''۔ (نقوش: رسول نمبر ۲۴۹/۸)

اقبال علیہ الرحمتہ کے اس طویل اقتباس میں ہر قسم کی نبوت کی خاتمیت کا تصور یوں واضح کیا گیا ہے۔

''اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یوں نظر آئے گا جیسے پیغمبر اسلام صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کی حیثیت دنیائے قدیم اور جدید کے درمیان ایک واسطہ کی ہے بہ اعتبار اپنے سرچشمہ وحی کے آپ کا تعلق دنیائے قدیم سے لیکن بہ اعتبار اس کی روح کے دنیائے جدید سے یہ آپ ہی کا وجود ہے کہ زندگی پر علم و حکمت کے وہ تازہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس کے آئندہ رخ کے عین مطابق تھے لہٰذا اسلام کا ظہور جیسا کہ آگے چل کر خاطر خواہ طریق پر ثابت کر دیا جائے گا، استقرائی عمل کا ظہور ہے۔

اس میں نبوت چونکہ اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی لہٰذا اس کا خاتمہ ضروری ہو گیا۔ اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اس کے شعور ذات کی تکمیل ہو گی تو یونہی کہ وہ خود اپنے وسائل سے کام لینا سیکھے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اگر دینی پیشوائی کو تسلیم نہیں کیا یا موروثی بادشاہت کو جائز نہیں رکھا، یا بار بار عقل اور تجربے پر زور دیا، یا عالم فطرت اور عالم تاریخ کو علم انسانی کا سرچشمہ ٹھہرایا تو اس لئے کہ ان سب کے اندر یہی نکتہ مضمر ہے کیونکہ یہ سب تصور خاتمیت ہی کے مختلف پہلو ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ تصور خاتمیت سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے کہ زندگی میں اب صرف عقل ہی کا عمل دخل ہے، جذبات کے لئے اس میں کوئی جگہ یہ بات نہ کبھی ہو سکتی ہے، نہ ہونی چاہیئے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ واردات باطن کی کوئی بھی شکل ہو، ہمیں بہر حال حق پہنچتا ہے کہ عقل اور فکر سے کام لیتے ہوئے اس پر آزادی کے ساتھ تنقید کریں، اس لئے کہ اگر ہم نے ختم نبوت کو مان لیا تو گویا عقیدہ یہ بھی مان لیا کہ اب کسی شخص کو اس دعوے کا حق

نہیں پہنچتا کہ اس کے علم کا تعلق چونکہ کسی فوق الفطرت سرچشمے سے ہے لہذا ہمیں اس کی اطاعت لازم آتی ہے۔۔۔۔۔ لہذا مسلمان کو چاہیئے صوفیانہ واردات کو خواہ ان کی حیثیت کسی بھی غیر معمولی اور غیر طبعی کیوں نہ ہو ایسا ہی فطری اور طبعی سمجھیں جیسے اپنی دوسری واردات اور اس لئے ان کا مطالعہ بھی تنقید و تحقیق کی نگاہوں سے کریں۔ (تشکیل جدید الہیات اسلامیہ: علامہ محمد اقبال، پانچواں خطبہ ۱۹۳ تا ۱۹۶)

اقبال ایک دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں۔

نبوت کے دو اجزاء ہیں۔

۱۔ خاص حالات و واردات، جن کے اعتبار سے نبوت روحانیت کا ایک مقام خاص تصور کی جاتی ہے۔

۲۔ ایک سوشو پولیٹیکل انسٹی ٹیوشن قائم کرنے کا عمل یا اس کا قیام انسٹی ٹیوشن کا قیام گویا ایک نئی اخلاقی فضا کی تخلیق ہے۔ جس میں پرورش پا کر فرد اپنے کمالات تک پہنچتا ہے اور جو فرد اس نظام کا ممبر نہ ہو یا اس کا انکار کرے۔ وہ ان کمالات سے محروم ہو جاتا۔ اس محرومی کو مذہبی اصطلاح میں کفر کہتے ہیں گویا اس دوسرے جزو کے اعتبار سے نبی کا منکر کافر ہے۔ دونوں اجزاء موجود ہوں تو نبوت ہے۔ صرف پہلا جزو موجود ہو تو تصوف اسلام میں اس کو نبوت نہیں کہتے، اس کا نام ولایت ہے۔

ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعوی کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزاء نبوّت کے موجود ہیں یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور

میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل۔ مسیلمہ کذاب کو اسی بنائے پر قتل کیا گیا۔ حالانکہ طبری لکھتا ہے کہ وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کا مصدق تھا۔ (سیرت اقبال محمد طاہر فاروقی ۴۲۶)

مولانا مودودی ضرورت نبوت کے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

'آدمی سوچے تو اس کی عقل خود یہ کہہ دے گی کہ جب تمام دنیا کے لئے ایک نبی بھیج دیا جائے اور جب اس نبی کے ذریعہ سے دین کی تکمیل بھی کر دی جائے اور جب اس نبی کی تعلیم کو پوری طرح محفوظ بھی کر دیا جائے تو نبوت کا دروازہ بند ہو جانا چاہیئے تاکہ اس آخری نبی کی پیروی پر جمع ہو کر تمام دنیا میں ہمیشہ کے لئے اہل ایمان کی ایک ہی امت بن سکے اور بلاضرورت نئے نئے نبیوں کی آمد سے اس امت میں بار بار تفرقہ نہ برپا ہوتا رہے۔ نبی خواہ ظلی ہو یا بروزی، امتی ہو یا صاحب شریعت اور صاحب کتاب۔ بہرحال جو نبی ہو گا وہ خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہو گا۔ اس کے آنے کا لازمی نتیجہ ہی ہو گا کہ اس کے ماننے والے ایک امت بنیں اور نہ ماننے والے کافر قرار پائیں یہ تفریق اس حالت میں تو ناگزیر ہے جب کہ نبی کے بھیجے جانے کی فی الواقع ضرورت ہے۔

مگر جب اس کے آنے کی ضرورت باقی نہ رہے تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے یہ بات قطعی بعید ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو کفر وایمان کی کشمکش میں مبتلا کرے اور انہیں کبھی ایک امت نہ بننے دے لہذا جو کچھ قرآن

سے ثابت ہے اور جو کچھ سنت اور اجماع سے ثابت ہے عقل بھی اس کو صحیح تسلیم کرتی ہے اور اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اب نبوت کا دروازہ بند ہی رہنا چاہیئے۔ (ختم نبوت: سید ابوالاعلیٰ مودودی ۴۱، ۴۲)

درج بالا مباحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ نبوت محمدی علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد زمانے کو کسی بھی رنگ میں کسی نبی کی ضرورت ہی نہیں۔ چونکہ معاشرہ اپنے ارتقاء کی تمام منازل طے کر چکا ہے۔ اس لئے ظلی بروزی، مستقل غیر مستقل، نبی کی بحث کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے۔

مرزا کے باطل نظریات

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے لئے جس مقام و مرتبہ کا تعین کیا وہ نمرود و فرعون کے اعلانات سے کم نہیں - یہ وجہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی شان میں گستاخی کرنا اسکا وطیرہ ' صحابہ و اولیاء پر طنز اسکا مشغلہ ' اسلام کی مسلم شخصیات پر طعن اسکی عادت ہے ' اسکا مقصد وحید انگریزوں کو خوش کرنا اور اہل اسلام کو اسلاف سے بیزار کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے - اس کا یہ طریقہ اسلام دشمنی کا مظہر ہے - مومنین نہ پہلے کبھی فرعون و نمرود کے دھوکے میں پھنسے نہ آئندہ دھوکا میں آئیں گے - غلامان مصطفیٰ ﷺ تو جمال مصطفویؐ کے اسیر ہیں-

مرزا کی چند ایسی ہی تحریریں جو اسلاف دشمنی کا مظہر ہیں پیش خدمت ہیں تا کہ مرزائی قوم کا اصل چہرہ سامنے آئے اور پتہ چلے کہ مرزائیوں کا ہمارے اسلاف سے کوئی تعلق نہیں-

1 : حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

مرزا نے لکھا ہے کہ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ 556 میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا ہے- (روحانی خزائن 19 , 15)

2 - حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مرزا جلیل القدر صحابی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اپنے خبیث باطن کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اکثر باتوں میں ابوہریرہ(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بوجہ اپنی سادگی اور کمی روایت کے ایسے دھوکوں میں پڑ جایا کرتا تھا - (روحانی خزائن 36,22)

ابو ہریرہ(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو غبی تھا اور روایت اچھی نہیں رکھتا تھا- (روحانی خزائن جلد نمبر 19)

3 - حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام

میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی بقا کی جو جنگ لڑی وہ تا صبح قیامت مسلمانوں کی گردنوں پر احسان عظیم ہے - آپ کی عظمت و رفعت کا اندازہ فرمودات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لگایا جا سکتا ہے لیکن مرزا اپنے آپ کو حضرت امام سے افضل سمجھتا ہے -بلکہ اپنے ایک مرید عبداللطیف کی موت کو شہادت امام عالی مقام سے بہتر لکھتا ہے- خانوادہ نبوت سے اس دشمنی کے ضمن میں مرزا کی چند تحاریر ملاحظہ فرمائیں -

خدا تعالیٰ کا جو معاملہ میرے ساتھ ہے اور وہ میرے ساتھ کلام کرتا ہے ایسا کوئی الہام حسین کا ہے تو پیش کرو میں تو اپنی وحی پر ویسے ہی ایمان لاتا ہوں جیسے قرآن شریف اور توریت کے کلام الٰہی ہونے پر زیادہ سے زیادہ یہ لوگ امام حسین کی فضیلت میں بعض ظنی احادیث پیش کریں گے - اور میں وہ پیش کرتا ہوں جو یقینی ہے اور پھر خدا کا کلام ہے- بطور تنزل کے میں اگر مان لوں کہ جس کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کا مکالمہ ویسا ہی ہے جیسے کہ میرے ساتھ ہے - تو پھر ان کے الہامات کا اور میرے الہامات کا مقابلہ کرو اور دیکھو کہ بڑھ چڑھ کر کسی کا کلام ہے اور تم میرے الہامات کو ظنی مانتے ہو تو امام حسین کے الہامات تو پہلے ہی ظنی ہیں - پس دونوں ظنی الہاموں کا مقابلہ کر کے دیکھ لو- خدا تعالیٰ نے جو مراتب میرے بیان کئے ہیں-

مثلاً

انت منی بمنزلہ عرشی انت منی بمنزلہ لا یعلمھا الخلق انت منی بمنزلہ توحیدی و تعزیدی انت منی بمنزلہ اولادی انت منی انا منک○

یا حسین کے یہی مراتب بیان ہوئے ہیں-

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نہ امام حسین کا نام لیا ہے اور نہ یزید کا اور اگر ذکر کیا تو زید کا کیا ہے یا بعض مفسروں نے ایک صحابی سجل کا لکھا ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے - اس طرح دو صحابہ کا ذکر قرآن پاک میں ہوا ہے اور جو ہمیں مفتری سمجھتا ہے اور معشری سمجھ کر پھر یہ اعتراض کرتا ہے تو اول وہ ہمارے افتراء پر بحث کرے کہ آیا افتراء ہے یا نہیں-

(ملفوظات احمدیہ 4 / 65 - 64)
امام حسین نے یہ کہیں دعویٰ نہیں کیا کہ میں سب سے افضل ہوں اور نہ ان کی کسی تحریر سے کیا کسی تقریر سے ایسی بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ تمام امت سے افضل ہیں - اور اگر ان کا دعویٰ ہوتا تو تب بھی ماننے کے قابل نہ تھا کیونکہ قرآن شریف کے برخلاف تھا۔ امام حسین کی شہادت سے بڑھ کر حضرت مولوی عبدالطیف صاحب کی شہادت ہے جنہوں نے صدق اور وفا کا نہائیت اعلیٰ نمونہ دکھایا اور جن کا تعلق شدید بوجہ استقامت سبقت لے گیا تھا۔ (ملفوظات 4 / 364)

توہین امت

مرزا نے امت کو مجموعی طور پر بھنگیوں سی تشبیہ دی - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -
کنتم امت احزجت للناس
لیکن مرزا لکھتا ہے - - اب اس وقت ایک سواد اعظم نہیں ہے بلکہ کئی سواد اعظم ہیں مخلوق پرستوں کا بھی ایک سواد اعظم ہے تو کیا ان لوگوں کے اقوال کو سند پکڑا جائے - (ملفوظات احمدیہ 3 / 548)

حرف آخر

مرزا کے نظریات و افکار سے ترشح ہوتا ہے کہ وہ کفار سے بدتر ہے۔ دیگر کفار تو صرف دعویٰ کفر کرتے ہیں۔ لیکن مرزائی اسلام کو کفر کہتے ہیں اور اپنے کفر پر اسلام کا لیبل چسپاں کر کے دوگنا کفر کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لئے اس گمراہ فرقہ کے خلاف جانی مالی قلمی جہاد کرنا امت کا فرض ہے۔ بزم اقبال کے منتظمین نے حضور سیدی و مرشدی مفکر اسلام علامہ محمد کریم سلطانی کی سرپرستی مرزائیوں کے خلاف علمی جہاد کی ابتدا اس رسالہ سے کی ہے اور یہ جہاد کا سلسلہ انشاء اللہ جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ان پر خلوص جوانوں کی کاوشوں کی شرف قبولیت بخش کر قرب رسول ﷺ کے نعمت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔

بجاہ سیدالانبیاء والمرسلین

طالب دعا!

محمد ہمایوں عباس شمس

ورفعنا لك ذكرك

فَمُحَبَّةُ اللّٰهِ مَشْرُوْطَةٌ بِمَحَبَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

(مطالع المسرات ص٦٩)

اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت شرط ہے۔

And your love for Allah Almighty is conditional with your love for the Holy Prophet (Peace be upon him).

بحوالہ آبِ کوثر،

از: فقیہہ عصر قبلہ مفتی **محمد امین** صاحب مدظلہ العالی

منجانب: **بزمِ نعت** جامعہ ریاض العلوم فیصل آباد